ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

رخسانہ پروین

اسسٹنٹ پروفیسر (اُردو) ایمرسن یونیورسٹی ملتان

جدید اُردو نظم کا شاعر اختر حسین جعفری: ایک جائزہ

Rukhsana Parveen
Assistant Professor of Urdu, Emerson University Multan.

The Poet of Modern Urdu Poem Akhtar Hussain Jaffri: A Review

When there is the supremacy of materialism and war of power, man becomes the traveler of that path where there are wells but dried. Where when someone opens his mouth to speak, is trampled upon under the heavy boots like obnoxious insects. Where there are demons of power in the inns of travel, words become meaningless. The poetry of Akhter Jaffery is the creation of a man who is very sensitive. He is alive in a particular era which is not less than Black Sea. That is why, his poetry presents three levels at one and the same time – sensitive, metaphysical and rational which creates in his poetry a specific kind of symbolism. When this political, social and cultural decline and annihilation becomes a triangle, the poetry of Akhter Hussain become a mirror where anyone can see his reflection. Cultural critique and historicism find new meanings from these hidden cultural symbols. So, most of his poems have symbolic meaning which sometime confuse the readers and sometime emerge as an obscure reality but it's neither vague nor contradictory and his poetry certainly contains metaphorical signs of sufferings and hardships.

Keywords: *Modern Urdu Poem, Funoon, Akhtar Hussain Jaffri, Style, Symbol, Technique, Spirituality.*

اختر حسین جعفری جدید اردو نظم کی ایک منفرد آواز ہیں۔ جدید اردو نظم جب اپنے ارتقائی مدارج طے کر رہی تھی۔

زمانہ ایک نئی کروٹ لے رہا تھا، تخلیقی سطح پر فنکار ایک نئے ذہنی رویے اور حاسی اُفق سے متاثر ہو رہا تھا اور روحِ عصر اس کے لیے گنجلک ڈور بن گئی تھی جس کا سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ لفظی ترسیل کو بھی گرہ لگ چکی تھی ہر

تخلیق کا رنئے انفرادی تجربے، داخلی اور خارجی رنگوں سے متاثر ہو رہا تھا اس ساری فضا میں اختر حسین جعفری نے اردو نظم میں جو منفرد اسلوب تخلیق کیا اور نظم سازی کے لیے جو تکنیک استعمال کی "آئینہ خانہ" اس کی عمدہ مثال ہے اور یہ سب کچھ وہ انتہائی خاموشی اور لگن کے ساتھ کرتے رہے کے احساس بھی نہ ہوا نظم کے منفرد اسالیب کا خالق اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

ادبی رسائل کے شخصیات نمبر چھانتے پھٹکتے ہوئے "فنون" کے "اختر حسین جعفری نمبر" پر نظر پڑی تو اس کی شاعری میں ہنگامہ برپا کر دینے والی محفلیں، ناآسودہ اور مضطرب لوگ، وحشت زدہ شہر، بدنظمی، انتشار میں گھری خلق خدا اور جشن مرگ انبوہ میں بدلتے شہر نظر آئے، ایسا لگتا ہے ان کی نظمیں پڑھتے جائیں، شہر پر پڑی چادر سرکاتے جائیں تو نظر آنے والا ہر منظر ایک گورکھ دھندا بن کر آپ کے سامنے آجاتا ہے ان کو پڑھنے کے بعد احساس ہوتا ہے۔ہ وہ حساس شخص کیسے ان حالات کی تاب لا گیا جو لہو بن کر اس کی رگوں میں دوڑ رہے تھے یہ تکلیف دہ مناظر تو تندی صہبا تھے جس نے اس کے دل کے نازک آبگینے کو پگھلا کر رکھ دیا۔

بھور سمے اور وافر پانی

میرے قد سے، میرے سائے سے بالا آبی دیواریں
اک دیوار کے سائے میں اس جسم سے دکھ کی کالک دھولوں
سارے شہر سے چھپ کر رولوں۔[1]

اختر حسین جعفری ایک تازہ کار اور جدت پسند شاعر تھے ان کی نظموں میں کہیں تو شعری ابلاغ واضح ہے اور کہیں علامت کا چکر ادینے والا ایک ایسا گنجلک بہاؤ آتا ہے جس میں قاری الجھ کر رہ جاتا ہے۔

سحر کے پاس ہیں منسوخ شرطیں صلحنامے کی
صبا درس زیاں آموز کی تفصیل رکھتی ہے
کسی تمثیل میں تم ہو
کسی اجمال میں، میں ہوں
کہیں قرطاس خالی کا وہ بے عنوان ساحل ہے
جہاں آشفتگانِ عدل نے ہتھیار ڈالے ہیں۔[2]

اختر حسین جعفری کے ہاں لفظوں کی ساخت میں داخلی پیچ وخم موجود ہے مگر یہ الفاظ اور تراکیب تاریخی وتہذیبی استعاروں سے گندھی ہوئی نظر آتی ہیں مگر بڑی ہنر مندی اور خوبصورتی کے ساتھ ان کی نظموں کا حصہ بن جاتی ہیں۔ آپ انہیں تقسیم نہیں کرسکتے کیوں کہ اس کے بغیر معنی کی تکمیل ادھوری رہ جاتی ہے ان کی نظم "نوحہ" کو اگر پڑھیں تو یہ نظم درحقیقت اپریل ۱۹۷۹ میں لکھی گئی اس لیے اس وقت کی صورت حال کے متعلق نت نئے زاویے فراہم کرتی ہے اس میں موجود تاریخی حوالے نہ تو ماضی کی طرف مراجعت کی خواہش ہے اور نہ تکنیک کا ذریعہ بلکہ حال کا مستحکم حوالہ ہے نظم بڑے ڈرامائی صورتحال سے آگے بڑھتی ہے اور معنویت میں اضافہ کرتی ہے۔ نظم کیا ہے ؟ ایک درشت سیاسی صورتحال کا تجزیہ ہے جو تمثیل میں ڈھل گیا ہے۔ چند بیبیاں ہیں جو سبز سجادوں پر بیٹھی ہوئی ہیں اور عبادت کے حروف گننے میں مصروف ہیں، شیشہ محفوظ کی مٹی سرخ ہو جاتی ہے، تعزیہ بردوش انبوہ نظر آتا ہے برہنہ سرمائیں منتوں کے اجراء اور خوابوں کی زکوۃ مانگتی ہیں۔ شاعر کے ہاں گھن گرج تو نہیں البتہ غم اور دکھ کا اظہار اس پورے پیکر کو اس طرح تراشتا ہے۔

سبز سجادوں پہ بیٹھی بیبیو
اب کسی ابجد سے زندان ستم کھلتے نہیں
اب سمیٹو مشک وعنبر، ڈھانپ دو لوح قلم
اشک پونچھو اور ردائیں نوک پا تک کھینچ لو
کچی آنکھوں سے جنازے دیکھنا اچھا نہیں۔ (۳)

شاعر نے اس آخری بند میں اپنی ساری بات بیان کر دی "کچی آنکھوں سے جنازے دیکھنا" ایسا منفرد اور اچھوتا خیال ہے کہ اس کا تاثر دیر تک قائم رہتا ہے اس نظم کو شروع سے آخر تک اگر یکسوئی کے ساتھ پڑھا جائے تو اس میں موجود علامات تک بے شک قاری رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہ بھی ہو تو پھر بھی ایک مخصوص تاثر اُسے اپنے ذہن میں پروان چڑھتا ہوا محسوس ہوتا ہے منظر حسین اختر ان کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں۔

> “Mr. Akhtar Hussain Jafri was a great exponent of modern Urdu poetry.He was one of very few Urdu poets ever in thehistory of Urdu Literature who made their ownpoetic system. He was an unprecedented poet whofound different

symbols, metaphors, paradoxes and some times riddles to give meaning to his thoughts,emotions and experiences".(۴)

اختر حسین جعفری کے مجموعے "آئینہ خانہ" کی بیشتر نظموں میں تاریخی حوالے موجود ہیں ان کی امیجری اور لفظیات کی ہنر مندی کا شاہکار ہیں "آئینہ خانہ" کے حوالے سے ڈاکٹر محمد علی صدیقی لکھتے ہیں۔

> "اختر حسین جعفری کا مجموعہ "آئینہ خانہ" شعری فن پاروں کی ایک ایسیگیلری ہے جو ہم عصری اُردو شاعری کی اعلیٰ پختگی اور اپنے حسین لسانی پیکروں کے لیے جدید اردو شاعری کے لیے سرمایہ افتخار ٹھہرے گی ایک ایسے دور میں جب زبان اور شاعری سے روایت اور تاریخ کو جلا وطن کیا جارہا تھا اور وہ بھی مانگے تانگے کے نظریات کے سہارے، اختر حسین جعفری نے اپنی شاعری سے یہ ثابت کیا کہ ہر شاعر کی اپنی شعری روایت بھی ہوتی ہے جس سے روگردانی ممکن نہیں ہو پاتی۔(۵)

اختر حسین جعفری کے ہاں روایت اور علامت کا استعمال بڑا واضح ہے جس کے ذریعے وہ عصری جبر کی تصویر کشی کرتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا لہجہ بھی براہ راست ہوا ضیاءالحق کے ساتھ ہونے والا معرکہ زبان زد عام ہوا جو ضیاءالحق نے اہل قلم کانفرنس میں ان کی نظموں کے حوالے سے ان پر حملے کیے جس کی پوری تفصیل احمد ندیم قاسمی نے "آخری اُجالا" میں تحریر کی اختر حسین جعفری کی ایسی تمام نظمیں اجتماعی اظہار ہیں اس خوف اور بے چینی کا، جو اس دور میں چاروں طرف پھیلا ہوا تھا ان کی نظمیں "سولی سے عیسی اترے تو"، "میں غیر محفوظ رات سے ڈرتا ہوں"، "ستارے اہل حق کے ساتھ ہیں"، "امتناع کا مہینہ "اور "مقتل کی بازدید "شہر آشوب کے خوبصورت مرقعے ہیں دہشت اور خوف کے اس قدر واضح نشان اور اعلان کرتی زبان اور کیا ہو سکتی ہے جدید نظم کی روایت میں ایسی تکلیف دہ نظموں کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ تاریخ اور اثری ابتدا کا بلیغ اظہار اختر حسین جعفری کی نظریاتی وابستگی کی بھی علامت ہے اور ایک سطح پر جا کر ان کے خیالات کا فکری ڈھانچہ مابعد الطبیعاتی استفسار کی علامت بھی بن جاتا ہے مثلاً کہاں ہے سورج"، تخت سے عیسی کب اترے گا "؟"خواب کہاں رہتے ہیں "؟خون سے کیوں جدا خوف کا رنگ ہے؟ ازل اور ابد کی کہانی اور تقدیر کی داستاں یہ سب زاویے ان کے اندر تشکیک کا ایک جال بنتے نظر آتے ہیں بعض اوقات جب مایوسی اور غم کی آنچ تیز ہوتی ہے تو قاری کو اس میں رجائی احساس نہیں ملتا تو پھر اذیت اور بڑھ جاتی ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر سعادت سعید لکھتے ہیں۔

"ان کے خواب سہانے نہیں ہیں ان میں آرائشی رنگوں کی تلاش بے سود ہے شاعر کا ہر خواب کسی مسئلے کے خارزاروں میں سے طلوع آکر مصائب کے بے آب و گیاہ صحراؤں کی خبر لے کر آیا ہے یہاں ذات آشوب، شہر آشوب معلوم ہوتا ہے اور شہر آشوب ذات آشوب"۔(۶)

اختر حسین جعفری کے ہاں یاسیت کا یہ عنصر اس کی دروں بینی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے خارج کی تلخی نے سے پیدا کیا جسے اس نے شعری تجربوں میں ڈھال کر پیش کیا ہے اختر حسین جعفری نے جو اسلوب تخلیق کیا وہ مرصع ہے فارسی الفاظ اور تراکیب بھرپور ہیں۔ اس کلاسیکی رویے کے ساتھ ساتھ وہ مغرب کے علامت پسندوں سے بھی متاثر ہوا اور علامت نگاری کی اُس تحریک سے بھی جس کا آغاز فرانس سے ہوا اور ایذرا پاؤنڈ اور ٹی ایس ایلیٹ کے ذریعے سے کمال حاصل ہوا اختر حسین جعفری نے اس سے بھی تاثر لیا اور پھر بڑے قرینے اور زاویے سے ان علامتوں اور تلازموں کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا اس تاثر کی بہترین مثال ان کی نظم "ایذرا پاؤنڈ کی موت پر" ہے۔

تجھ کو کس پھول کا کفن ہم دیں\
تو جدا ایسے موسموں میں ہوا\
جب درختوں کے ہاتھ خالی ہیں\
! انتظار بہار بھی کرتے\
دامن چاک سے اگر اپنے\
کوئی پیمان پھول کا ہوتا۔(۷)

ان کی نظموں میں جو عربی و عجمی تلازمات اور ان کے متعلقات نظر آتے ہیں ان میں اکثر کربلا کا تلازمہ پیش کرتے ہیں تیر، گردن، مشک، کارواں، طنابیں، خیمہ، پانی، تشنہ لبی، اسی طرح یوسف، مصر اور کنعان، ریت ،صحرا، دریا اور یخ زدہ پانی وغیرہ۔

اشرف جاوید اس حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"اختر حسین جعفری جس زمانے میں نظم لکھ رہے تھے ان کے موضوعات اور تحرکات ان کے سماجی اور سیاسی حوالہ جات معاصر نظم نگاروں سے بالکل مختلف تھے بنیادی طور

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پروہکربلاکے سانحات سے متاثر نظر آرہے تھے اوراپنے نواح میں رونما ہونے
والے واقعات، حالات اور زندگی میں پیش آنے والے کسی بھی قسم کے ظلم و ستم، جبر و
استبداد، ناانصافی اور قضاوقدر میں کربلا کا استعارہ بہ آسانی تلاش کر لیتے تھے"۔(۸)

انہوں نے جو فارسی اسلوب کی آمیزش کی فارسی الفاظ اور نت نئی تراکیب جنہیں انہوں نے اپنی شاعری میں اس طرح ڈھالا کہ وہ اجنبی محسوس نہیں ہوتیں وہ ان کے اسلوب اس طرح فٹ ہوئیں جیسے انگوٹھی میں نگینہ محمد ارشاد ان کے فارسی اسلوب کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"بیدل کے طرز میں ریختہ لکھنے پر اگر کوئی شاعر قادر ہے تو ہمارا یہی شاعر "آئینہ خانہ" ہے"۔(۹)

اختر حسین جعفری کے مجموعے "آئینہ خانہ" میں شامل ان کی طویل نظم "آئینہ خانہ" ان کی نظم سازی کی اس تکنیک کی عمدہ مثال ہے جو انہوں نے وضع کی۔ ابتدائیہ کے بعد یہ نظم دو ابواب پر مشتمل ہے اور پہلے باب کے ۱۵ حصے ہیں اور دوسرا باب دس حصوں پر مشتمل ہے اس نظم کو پڑھنے کے بعد بے اختیار اختر حسین جعفری کو داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے لفظوں کا استعمال اس طرح کیا کہ جیسے خیالات کی الگنی پر لفظ ٹانک دیے گئے ہوں اور مختلف صورتیں الفاظ کے انتخاب سے پیدا کی جارہی ہیں۔ مثلاً

وہ قتل گاہ کہاں ہے جہاں پہ لفظوں نے
فراق حسن تمنا میں خودکشی کرلی۔(۱۰)

اٹھا رہا ہوں زمین سے دو نیم حرف کا چاند
دکھا رہا ہوں وہ انگشت معجزہ جبیں پر
کہیں ہے مہر ستارہ کہیں خط تنسیخ
چھپا رہا ہوں تہ سنگ استخوان صدا۔(۱۱)

نظم میں پیکر تراشی، امیجری اور معنویت کے حسین امتزاج نے نظم کو خوبصورت اور معنی خیز بنا دیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انہوں نے نظم کی ادائیگی کے لیے جو پیرایہ بیان اختیار کیا ہے وہ ایک ارتقائی عمل سے گزرتا ہوا محسوس ہوتا ہے آغاز میں وہ صدا کے خشک سمندر کو چھانتا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اٹھائیں فرش سماعت سے لفظ لفظ کی خشت
صدا کے خشک سمندر کو چھان کر دیکھیں۔ (۱۲)

نظم کے اختتام تک پہنچتے پہنچتے وہ نجوم اور طیور کے پروں میں پرواز کا دم دیکھنے لگتا ہے۔

ازل سے تابہ ابد ترے نجوم وطیور
پروں سے جن کے افق تا افق دم پرواز۔ (۱۳)

نظم "آئینہ خانہ" کے متعلق اشرف جاوید لکھتے ہیں۔

"آئینہ خانہ" ان کی طویل نظم ہے جو کربلا کا حوالہ اور پس نظر لے کر چلتی ہے اور بالآخر اپنے معروض اور عہد کے ساتھ جڑ جاتی ہے یہی نظم ان کی شناخت کیبنیاد بھی قرار پاتی ہے لیکن ایک بات جو سب سے زیادہ اہم ہے کہ ان کی تراشیدہ یا تخلیق کردہ نظمیں ایک خاص قسم کا لہجہ اور آہنگ رکھتی ہیں زمانہ ان کی سوچ سے آگے سفر کر رہا تھا اپھر وہ زمانے سے آگے نکل گئے تھے۔ دراصل یہی فکری مغالطہ ابھی تک حل طلب ہے کیوں کہ ان کا اسلوب، فکر اور احساس انہی کے ساتھ چلا گیا نظم اب اس پیرائے میں لکھنا تو ایک طرف اس تواتر سے لکھنا بھی موقوف ہو گیا ہے۔ اختر حسین جعفری نظم کے تذکرہ نگاروں کی توجہ اپنی جانب مبذول نہیں کرا سکے یہ بات یقیناً قابل غور ہے"۔ (۱۴)

اختر حسین جعفری کی شاعری وہ پکچر گیلری ہے جس میں نظم کے بنیادی ساختے سے خیال اور تصویر کو الگ کر کے نہیں دیکھ سکتے آپ نظم کے ایک ٹکڑے کو الگ کر کے اس سے معنی اخذ نہیں کر سکتے نظم کا تجزیہ کرتے ہو ئے آپ کو بھی ساتھ سفر کرنا پڑتا ہے اور اس سفر میں قدم رکھتے ہوئے بعض اوقات پاؤں من من بھاری ہونے لگتے ہیں کیونکہ شاعر تخیلاتی سفر بڑے پر پیچ دار طریقے سے کرتا ہے۔

مثلاً وہ اپنی نظم "بوڑھے برگد کی زنبیل" میں کہتے ہیں

باغ فلک کا بوڑھا برگد
دار ورسن میں ڈھلتی میلی خشک جٹائیں
ٹہنی ٹہنی سورج تک بڑھتی پرچھائیں
دو پہریں ہیں رنگ سے خالی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پتوں کے بادل سے چھنتی پانی سے زیادہ پتلی دھوپ میں اور مفلس شاموں کی
پلکوں سے ٹپ ٹپ گرتی تاریکی میں کچھ فرق نہیں۔(۱۵)

اختر حسین جعفری ایک ذہین فنکار ہیں ان کے ہاں معنی خیزی ہے اردو زبان اور علامتوں کا استعمال بڑے موثر انداز میں کرتے ہیں بات میں اتنی تہیں ملتی ہیں کہ اسے کھولتے جائیں اور معنی سے لطف اندوز ہوتے جائے ان کی یہ خصوصیت قاری کو نہ صرف متاثر کرتی ہے بلکہ اس میں تغیر کی فضا بھی پیدا کر دیتی ہے یہ تغیر اس کی اندرونی حالتوں میں پید ہو جاتا ہے اور ایسا صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اپنے فن کے ساتھ خلوص لگاؤ اور گہری وابستگی رکھتے ہیں اس لیے جب بھی کوئی نظم تخلیق کرتے ہیں وہ احساسات و جذبات کو متاثر کرتی ہے جب سماج اور تہذیبی زندگی کے منظر نامے ان کے لیے ناموافق ہو جاتے ہیں تو ان کے ذہن کے دریچے ان کی داخلیت میں کھلنے لگتے ہیں پھر عہد حاضر کی تلخیاں نظموں کے مصرعوں میں ڈھلتی چلی جاتی ہیں مثلاً ان کی ایک نظم "ایک خط۔ آشناور ثوں کے نام" نظم کو پڑھ کر ایک کڑی تنہائی اور الم ناک سیہ خانے میں آرزوؤں پر ستم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ شاعر اپنے چہرے سے منحرف ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ

میں اپنے باطن کی اوٹ میں ہوں۔
یہ خشت ساعت کہ جس کا بالیں سے جسم آدھا نکل کے مجھ کو بلا رہا ہے
اسے یہ کہنا، لہو کا ہتھیار کند نکلا، مراجعت کی دعا نہ مانگے
اسے یہ کہنا، کہ تیر ابیٹا نجات کی آرزو میں اس منزل دعا سے گزر گیا ہے
جہاں ترے اشک بے جزا تھے
جہاں تری قبر بے نشاں ہے۔
اسے یہ کہنا۔ "سزا کی رت کے طویل دن میں مراجعت کی دعا نہ مانگے"۔(۱۶)

یہاں نظم کا اختتام ہو جاتا ہے مگر اس احساس کے ساتھ کہ بعض اوقات حالات انسان کے ساتھ موانست کی بجائے منافقت کا رشتہ قائم کر لیتے ہیں اور اختر حسین جعفری اس سے شدید متاثر ہوتے ہیں اختر حسین جعفری کی شاعری کا مجموعی تاثر سماجی، سیاسی اور ملکی مسائل سے داخلی صورتوں میں ٹکراؤ کے طور پر بھی سامنے آتا ہے وہ ان مسائل کو اپنے طور پر محسوس کرتے ہیں اور صرف سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل کی عکاسی ہی نہیں کی بلکہ اس میں اپنے لہو کا رنگ بھرا ہے یہی وجہ ہے کہ بیان کرتے ہوئے ان کے رویے اور نظریات میں استحصال پر مبنی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نظام کے خلاف شدت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ معاملہ محض انفرادی نوعیت کا نہیں ہوتا بلکہ اجتماعی ہو جاتا ہے اور پھر اس کے لیے وہ علامتوں کا استعمال کرتے ہیں یہ علامتیں اختر حسین جعفری کے ہاں خارجی ماحول اور اثرات سے مرتب ہوئی ہیں اور وہ شکستہ شجر، سائے کی موہوم زنجیر، تصویر بے رنگ اور سر کش شرر جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور بعض اوقات ان کی شاعری میں استعمال ہونے والی علامتیں اور تلازمے ایک خاص عہد کے مخصوص واقعات سے جڑے نظر آتے ہیں مثلاً ان کی نظم "ستارے اہل حق کے ساتھ ہیں" مصائب، مشکلات اور ظلم و جبر کی علامت بن کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ اور ان کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ایسے خیال کو ہر عہد اور زمانے میں پیش کیا گیا ہے لیکن اختر حسین جعفری کے منفرد اسلوب اور مخصوص لب و لہجے کی بدولت اس میں اچھوتا پن نظر آتا ہے۔

دروازے پر بیعت مانگنے والے ہاتھ کی محرم دستک
آنے والے! منصف حرف کا لوہا مجھ پر کتنا بھاری ہے
کیسے رستے زخم گلو سے طوق اتاروں معنی کھولوں
زخم گلو کتنا گہرا ہے
اس سازش سے گہرا جس کے زندانی آفاق کے پھاٹک چلتے چلتے
ہر گھر کے دروازے تک آن پہنچے ہیں۔ (۱۷)

اختر حسین جعفری کا شمار جدید دور کے ان نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ جو تاریخی ارتقا کا مکمل شعور رکھتا ہے اس کی پیش کی گئی علامتوں کے پیچھے تاریخ کا وہ باب پوشیدہ ہوتا ہے جسے کھلے معنوں میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں وہ زہد کے پردوں میں چھپے دل کی سیاہی کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ شب تاریک کے کرب سے بھی آشنا ہے اور اس کے لیے وہ نظم ہی نہیں بلکہ بڑی خوبصورتی سے غزل کا پیرایہ بھی استعمال کرتا ہے۔

تپش گلزار تک پہنچی، لہو دیوار تک آیا
چراغ خود کلامی کا دھواں بازار تک آیا
پھر اس کے بعد طنبور و علم نامعتبر ٹھہرے
کوئی قاصد نہ اس شام شکست آثار تک آیا۔ (۱۸)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اختر حسین جعفری کی شاعری اپنی تازگی، نکھار اور ماہیت کے باعث متاثر کرتی ہے انہوں نے بہترین وسیلوں کے ساتھ اپنے ایک مخصوص عہد کی مصوری کی ہے اس کیفیت نے ان کی شاعری کو جدت سے ہمکنار کیا۔ احمد ندیم قاسمی لکھتے ہیں۔

> "اختر حسین جعفری ایک بے مثال قلم کار تھا وہ جب جذبے کو چھوتا تو اسے کائنات گیر بنادیتا تھا اور جب لفظ کو مس کرتا تھا تو اسے نئے سے نئے مفاہم سے جگمگا دیتا تھا۔ اس نے اپنی نظموں کے ایک ایک مصرعے کو Perfection کی مثال بنادیا اس کی شاعری کے معیار اس کی محبت کے معیاروں کی طرح کھرے اور اونچے تھے علامتیں اس کے ہاں بولنے لگتی تھیں اور استعارے اس کے ہاں چمکنے لگتے تھے۔۔۔۔۔۔ اردو شاعری آئندہ صدیوں تک اس کے کمال فن سے کسب فیض کرتی رہے گی حق بات یہ ہے کہ اختر حسین جعفری اس صدی کے نصف آخر کا ایک بڑا انسان یا بڑا شاعر ہی نہیں تھا ایک Phenomenon تھا جو آنے والی کتنی صدیوں کو منور کرتا رہے گا"۔[۱۹]

اختر حسین جعفری جدید نظم کے وہ شاعر ہیں جن کے کلام پر تحقیقی تنقیدی نظر کی ضرورت ہے جدید نظم میں وہ جسمقام کے مستحق ہیں وہ انہیں ابھی تک نہیں دیا گیا انہوں نے موضوع اور پیرائیہ بیان کے لیے جدید نظم میں جس اسلوب کو تخلیق کیا اسکی ابتدا اور انتہا انہی پر ہے کیونکہ وہ متنوع بھی ہے اور الفاظ سے پُر ثروت بھی۔ ان کے ہاں محاورات اور حرکی استعاروں، علامتوں اور فنی بنت کاریوں نے ان کی شاعری کو واقعی "آئینہ خانہ" بنادیا ہے جس میں ہم تہذیب و تاریخ کی کشیدگی سے معنوی امکانات اور بامعنی علامات سے روشناس ہو سکتے ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حوالہ جات

☆ اختر حسین جعفری، ۱۵اگست ۱۹۳۲ء کو (پنجاب) بھارت میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بی اے تک تعلیم افصل کی، کسٹم اینڈ ایکسائز میں انسپکٹر کے عہدے پر فائز رہے۔ پھر ڈپٹی سپر نٹنڈنٹ کے عہدے تک پہنچے۔ ان کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں ان کے دو شعر ی مجموعے "آئینہ خانہ" اور "جہاں دریا اُترتا ہے "کلیات آخری اُجالا" کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ۳جون ۱۹۹۲ء لاہور میں وفات پائی۔

۱۔ اختر حسین جعفری، "آئینہ خانہ"، مشمولہ، "آخری اُجالا"، لاہور: سنگِ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۵۱۔

۲۔ اختر حسین جعفری، "جہاں دریا اُترتا ہے"، ایضاً، ص ۲۱۷۔

۳۔ "آئینہ خانہ"، ایضاً، ص ۶۸۔

۴۔ مقالہ نگار کی منظر حسین جعفری سے مورخہ ۱۶جولائی ۲۰۲۰ کو ٹیلی فونک گفتگو ہوئی اور انہوں نے بذریعہ ای میل اپنی تحریر بھیجی۔ منظر حسین جعفری، اختر حسین جعفری کے بیٹے ہیں اور لاہور ہائی کورٹ میں وکیل کے پیشے سے منسلک ہیں خود بھی شاعری کرتے ہیں۔

۵۔ محمد علی صدیقی، ڈاکٹر، "اختر حسین جعفری ایک منفرد تخلیق کار"، مشمولہ، "فنون"، لاہور: "اختر حسین جعفری نمبر"، شمارہ نمبر ۲۶، مئی اگست ۱۹۹۲، ص ۲۷۔

۶۔ سعادت سعید، ڈاکٹر، "اختر حسین جعفری" ایضاً، ص ۸۱۔ آئینہ خانہ

۷۔ "آئینہ خانہ"، مشمولہ، "آخری اُجالا"، ص ۱۵۲۔

۸۔ مقالہ نگار کی اشرف جاوید سے مورخہ ۱۰اگست ۲۰۲۰ کو ٹیلی فونک گفتگو ہوئی۔ اشرف جاوید، احمد ندیم قاسمی اور اختر حسین جعفری کے قریبی دوستوں میں سے ہیں۔ "صحیفہ" اور "فنون" کے ساتھ بھی منسلک رہے۔ انہوں نے بذریعہ وٹس ایپ خیالات کا اظہار کیا۔ اشرف جاوید کا تعلق لاہور سے ہے۔ اشرف جاوید خود بھی ادیب اور شاعر ہیں۔ "فنون" کے "اختر حسین جعفری نمبر" میں بھی ان کی نظم "شجر رزق خاک بنا ہے" شامل ہے جس میں اختر حسین جعفری کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

۹۔ محمد ارشاد "طرز بیدل میں ریختہ" مشمولہ "آخری اجالا" (کلیات اختر حسین جعفری)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸، ص ۳۰۔

۱۰۔ "آئینہ خانہ" مشمولہ، "آخری اُجالا"، ص ۸۳۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۰۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۸۱۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۱۶۔

۱۴۔ اشرف جاوید سے مقالہ نگار کی ٹیلی فونک گفتگو اور بذریعہ وٹس ایپ تحریری خیالات۔

۱۵۔ "جہاں دریا اُترتا ہے"، مشمولہ، "آخری اُجالا، ص ۲۳۹۔

۱۶۔ "آئینہ خانہ"، ایضاً، ص ۵۰۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۶۰۔

۱۸۔ "جہاں دریا اُترتا ہے"، مشمولہ، "آخری اُجالا"، ص ۳۴۰۔

۱۹۔ احمد ندیم قاسمی، "اختر حسین جعفری"، مشمولہ، "آخری اُجالا"، ص ۳۵۷۔۳۵۶۔